محمد اسحاق بھٹی

فصلِ قضایا اور عدل و انصاف

قرآن حکیم کی روشنی میں

عدل و انصاف، اسلام کی بنیادی اقدار میں سے ہے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا ہر مسلمان کے لیے فرض قرار دیا گیا ہے۔ اس باب میں کسی کی بے جا رعایت کرنا یا کسی خاص وجہ سے کسی کے خلاف یا حق میں فیصلہ دینا اسلام کے سراسر منافی ہے۔ قرآن حکیم نے اس سے باز رہنے کی زوردار الفاظ میں تاکید کی ہے اور واضح ترین انداز میں فرمایا ہے کہ عدالت کی مسند پر فائز ہونے کے بعد کسی کی حق تلفی نہ کرو اور طالبِ انصاف اگرچہ کسی قوم اور گروہ اور ملک سے تعلق رکھتا ہو، اسے عدل کے بنیادی تقاضوں سے محروم نہ کرو۔ ارشادِ خداوندی ہے:

يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ○ (المائدہ : ۸)

"مسلمانو! ایسے ہو جاؤ کہ خدا (کی سچائی) کے لیے مضبوطی سے قائم رہنے والے اور انصاف کے لیے گواہی دینے والے ہو (دیکھو) ایسا کبھی نہ ہو کہ کسی گروہ کی دشمنی تمھیں اس بات کے لیے ابھار دے کہ (اس کے ساتھ) انصاف نہ کرو (ہر حال میں) انصاف کرو کہ یہی تقویٰ سے لگتی ہوئی بات ہے، اور اللہ (کی نافرمانی کے نتائج) سے ڈرو۔ تم جو کچھ کرتے ہو، وہ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔"

اس آیت نے وضاحت کر دی کہ عدل و انصاف کے تقاضے تقویٰ کی سرحدوں سے وابستہ ہیں اور کسی وجہ سے اس سے اغماض برتنا، اللہ کی نافرمانی کے مترادف ہے جس کے نتائج اخلاقی اور انسانی اعتبار سے حد درجہ خطرناک ہیں۔ ہر مسلمان کو اس سے خوف زدہ رہنا چاہیے۔

احادیث و تفاسیر کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے جو بظاہر مسلمان اور بباطن منافق تھا اور جس کا نام طعمہ یا بشیر تھا اور خاندانِ بنو ابیرق سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک صحابی حضرت رفاعہؓ کے گھر میں نقب لگائی اور کچھ آٹا اور ہتھیار چوری کر لیے، صبح ہوئی تو صاحبِ خانہ کو چوری کا علم ہوا۔ اس نے پاس پڑوس میں مالِ مسروقہ کا پتہ کیا۔ لیکن جس کپڑے میں آٹا بندھا تھا وہ پھٹا ہوا تھا اور آٹا سارق کے مکان تک گرتا ہوا چلا گیا تھا۔ اس نشان کی بنا پر چور پکڑا گیا، مگر چور نے یہ کیا کہ مالِ مسروقہ فوراً ایک یہودی کے ہاں رکھ دیا۔ صاحبِ مال اور بعض دیگر حضرات نشان کی مدد سے چور کے گھر پہنچے مگر مال یہودی کے گھر سے برآمد ہوا۔ اب بنو ابیرق کے کچھ سرکردہ افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے طعمہ کو چوری سے بری الذمہ قرار دیا۔ ادھر یہودی اپنے آپ کو چوری سے بری قرار دیتا تھا اور ادھر طعمہ کے خاندان کے افراد طعمہ کی حمایت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہودی منکرِ اسلام اور عاصی ہے، ہمارے مقابلے میں اس کی بات تسلیم نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ طعمہ نے اِدھر اُدھر کی باتوں سے ان لوگوں کو اپنی حمایت پر آمادہ کر لیا تھا۔ یہ واقعہ اس نوعیت کا تھا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیران تھے کہ اس کا فیصلہ کس طرح کیا جائے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں :

إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا ۝ وَٱسْتَغْفِرِ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ وَلَا تُجَٰدِلْ عَنِ ٱلَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ۝ (النساء : ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷)

"(اے پیغمبر!) ہم نے آپ پر الکتاب (قرآن) سچائی کے ساتھ نازل کر دی ہے تاکہ جس طرح خدا نے بتایا ہے، اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور خیانت کرنے والوں کی طرف داری میں نہ جھگڑو۔ (یعنی ان کی وکالت میں فریقِ ثانی سے نہ جھگڑو) اور اللہ سے مغفرت کی التجا کرو۔ (کہ قضا کا معاملہ نہایت نازک ہے) بلاشبہ اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ اور جو لوگ اپنے دل میں خیانت رکھتے ہیں، ان کی طرف سے کوئی جواب دہی کی بات نہ کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے

لوگوں کو پسند نہیں کرتا، جو خیانت اور معصیت میں ڈوبے ہوتے ہیں۔

غرض چوری ثابت ہوئی، مالِ مسروقہ برآمد ہوا، مالک کو دلا یا گیا اور یہودی کو بری کر دیا گیا۔

سورۂ نساء کے ان دو رکوعوں میں اس موضوع سے متعلق متعدد آیات ارشاد فرمائی گئی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ:

● ۔ مسلمان قاضی کو فیصلہ کرتے وقت کسی حالت میں بھی حق و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے، اسے قطعاً یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ ایک فریق مسلمان ہے اور دوسرا غیر مسلم۔ لہٰذا وہ غیر مسلم کے مقابلے میں مسلمان کی طرف داری کرے۔ ہرگز نہیں! اسے ہر آن یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ فصلِ خصومات اور قضایا کی فطرت دوسری ہے اور دھڑے بندی یا اپنے پرائے میں امتیاز شئے دیگر!

● ۔ قاضی کو ہمیشہ خدا سے طالبِ عفو رہنا چاہیے، کیونکہ عدالتی معاملہ نہایت نازک اہمیت رکھتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دل کسی خاص جذبے سے متاثر ہو کر لغزش کھا جائے اور معدلت گستری کی مسندِ بلند داغدار ہو جائے۔

● ۔ قاضی کو کوئی ایسی بات زبان سے نہیں نکالنی چاہیے، جس سے کسی فریق کی وکالت وحمایت یا جانبداری کا شائبہ بھی پایا جاتا ہو۔

● ۔ مسلمانوں کو ہم مذہب ہونے کی بنا پر یا اپنے ہم خاندان اور تعلق دار ہونے کی وجہ سے کبھی مجرم کی حمایت نہیں کرنی چاہیے اور کسی سازش یا منصوبے کے تحت کسی فریق کے خلاف یا کسی فریق کی حمایت میں محاذ نہیں قائم کر لینا چاہیے۔ ان کی اس سازش یا حمایت سے ہو سکتا ہے، لوگ تو باخبر نہ ہوں لیکن اللہ تو خوب جانتا ہے کہ کون مجرم ہے اور کون برسرِ حق۔

● ۔ برائی اور غلط کاری کا ذمہ دار فقط اس کا مرتکب ہے۔ اس خیال کو دل سے نکال دو کہ اس کا جرم ثابت ہونے پر کسی دوسرے کے دامن پر بھی دھبہ لگے گا۔

● ۔ خود برائی کا ارتکاب کرنا اور اسے دوسرے کے سر تھوپ دینا، ایک معصیت کے بعد، دوسری معصیت کا ارتکاب کرنا ہے۔ اس حرکت سے دنیا کی عدالت کو تو دھوکا

دیا جاسکتا ہے لیکن اللہ کی عدالت کو دھوکا نہیں دیا جاسکتا۔

● — جو شخص کسی غلط کار کو عدل و انصاف کے صحیح تقاضوں سے بچانا چاہتا ہے وہ اللہ کے نزدیک سخت ترین سزا کا مستوجب ہے۔

عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھنے اور سچی شہادت دینے پر قرآن نے اس درجہ زور دیا ہے کہ اس سلسلے میں اگر اپنے رشتے داروں اور خود اپنے آپ پر بھی زد پڑتی ہو تو پروا نہیں کرنی چاہیے اور ہر حال میں عدل و قسط کی ذمہ داریوں کو نبھانا چاہیے۔ ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ (النساء: ۱۳۵)

"مسلمانو! ایسے ہو جاؤ کہ انصاف پر پوری مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے اور اللہ کے لیے (سچی) گواہی دینے والے ہو۔ اگر تمھیں خود اپنے خلاف یا اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے خلاف بھی گواہی دینی پڑے، جب بھی نہ جھجکو۔ اگر کوئی مالدار ہے یا محتاج ہے تو اللہ (تم سے) زیادہ ان پر مہربانی رکھنے والا ہے۔ (تمھیں ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ مال دار کی دولت کے لالچ میں یا محتاج کی محتاجی پر ترس کھا کر سچی بات کہنے سے جھجکو)

(دیکھو!) ایسا نہ ہو کہ ہوائے نفس کی پیروی تمھیں انصاف سے باز رکھے اور اگر تم (گواہی دیتے ہوئے) بات کو گھما کر پھرا کر کہو گے (یعنی صاف صاف نہ کہنا چاہو گے) یا گواہی دینے سے پہلو تہی کرو گے تو (یاد رکھو) تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔"

مطلب یہ کہ عدل و قسط اور صدق و انصاف کی حدود بہت وسیع ہیں۔ سچی گواہی دینا اور نزاع و جدل میں صداقت شعار رہنا مسلمان کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اس باب میں نہ کسی جھجک کا اظہار کرنا چاہیے اور نہ زبان کو گھما پھرا کر بات کو مشتبہ بنانا چاہیے۔ عدل و انصاف کی ضرب اگرچہ کسی پر بھی پڑتی ہو، مسلمان کو بہرحال قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْط ہونا چاہیے۔

پھر انصاف کا مطلب یہ نہیں کہ مال دار کے حقوق تو پورے کیے جائیں اور غربا و یتامی کو نظر انداز کر دیا جائے۔ انصاف کا اصل تقاضا اس وقت پورا ہو گا جب معاشرے کا کمزور سے کمزور فرد اور غریب سے غریب طبقہ بھی اس سے بہرہ یاب ہو سکے گا اور داد خواہی کے دروازے سب پر کھلے ہوں گے۔ فرمایا:

وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰی بِالْقِسْطِ ؕ (النساء ۱۲۷)

"یتیموں کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرو۔ اور ان کے حقوق تلف نہ کرو۔"

ادائے امانت اور قیامِ عدل کا تعلق ان اُمورِ مہمات میں سے ہے، جن کی قرآن نے بدرجۂ غایت تاکید فرمائی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا ۙ وَ اِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ○

(النساء: ۵۸)

"(مسلمانو!) خدا تمھیں حکم دیتا ہے کہ جو جس کی امانت ہو، وہ اس کے حوالے کر دو۔ (ایسا نہ کرو کہ کسی حق دار اور اہلِ حق کے حق سے انکار کرو) اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو چاہیے کہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ کیا ہی اچھی بات ہے، جس کی خدا تمھیں نصیحت کرتا ہے! (کہ ساری باتوں کی بھلائی اور خوبی عدل ہی کے قیام سے مل سکتی ہے) بلاشبہ وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

اصل بات یہ ہے کہ معاشرتی اور اجتماعی زندگی کی گاڑی اسی صورت میں کامیابی سے منزلِ مقصود تک پہنچ سکتی ہے، جب اس اصل کو عملاً جزوِ حیات بنا لیا جائے کہ حق دار کے حق کا کھلے الفاظ میں اعتراف کیا جائے اور جو شخص واقعۃً جس چیز کا مستحق ہے، وہ بلا تامل اس کے حوالے کر دی جائے۔ حقِ وراثت ہو، مالِ یتیم ہو، قرض خواہ کا قرض ہو، امانت رکھنے والی کی امانت ہو، کسی اہل کا منصب وعہدہ ہو، کوئی چیز اور کوئی صورت ہو، جو جس کا حق ہے اور جو جس کا اہل ہے وہ اسے ہر حال میں ملنا چاہیے۔

پھر جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنا ہو تو عدل و انصاف کے ساتھ کرو۔ کسی حالت اور کسی صورت میں بھی اس کی اجازت نہیں کہ فیصلہ کرتے وقت عدل و انصاف کے بنیادی

تقاضوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔

عدل و قضایا کے باب میں بنیادی چیز جو ہمیشہ ذہن میں محفوظ رکھنے کی ہے اور جس سے کسی صورت میں بھی اور کسی آن بھی تغافل نہیں برتنا چاہیے ؛ یہ ہے کہ مسلمان کو اپنے تمام تر جھگڑے اور ہر قسم کے نزاع، اللہ اور رسول کی عدالت میں لے آنا چاہیے اور اسی کے فیصلوں کو حتمی اور قطعی سمجھنا چاہیے۔ قرآن کہتا ہے :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (النساء : ۵۹)

"مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو، اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں صاحب حکم و اختیار ہوں۔ پھر اگر ایسا ہو کہ کسی معاملے میں باہم جھگڑ پڑو (یعنی اختلاف و نزاع پیدا ہو جائے) تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔ (اور جو کچھ وہاں سے فیصلہ ملے، اسے تسلیم کر لو) اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو (تو تمہارے لیے راہ عمل یہی ہے) اسی میں تمہارے لیے بہتری ہے اور اسی میں انجام کار کی خوبی ہے۔"

مطلب یہ کہ اگر مسلمان اللہ اور رسول کی اطاعت کو اپنا مطمح نظر ٹھہرا لیں اور اپنا سفر حیات کتاب و سنت کے احکام کی روشنی میں طے کرنے کا فیصلہ کر لیں تو ان کے باہمی اختلاف و نزاع کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور فتنہ و فساد کے ابھرنے کے مواقع باقی نہیں رہتے لیکن اگر بتقاضائے بشریت کسی معاملے میں جھگڑا ابھر بھی آئے اور صورتِ حال اس حد تک نازک ہو جائے کہ فریقین کا آپس میں کسی بہتر نتیجے تک پہنچنا ممکن نہ رہے تو مسئلہ متنازعہ فیہ کو شرعی عدالت میں لے آنا چاہیے اور افتراق و اختلاف کے تمام سوراخوں کو جلد سے جلد بند کرنے کی سعی کرنی چاہیے کہ انسانی اور معاشرتی بھلائی کا واحد ذریعہ یہی ہے۔

فصلِ قضایا کے سلسلے میں قرآن نے متعدد مقامات پر "قسط" کا لفظ استعمال کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپ اگر کوئی فیصلہ صادر فرمائیں تو قسط یعنی انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھیں۔ فرمایا :

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ○

(المائدہ : ۴۲)

"اگر آپ ان کے درمیان کوئی فیصلہ کریں تو انصاف کے ساتھ کریں۔ بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

قرآن مجید ان تمام کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے اللہ کی طرف سے نازل کی گئیں۔ لہٰذا اپنے فیصلہ طلب امور کے لیے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ فرمایا:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ○ (المائدہ : ۴۸)

"اور (اے پیغمبر!) ہم نے آپ کی طرف ایسی کتاب اتاری جو خود بھی متصف بصدق ہے اور ان کتابوں کی بھی تصدیق کرنے والی ہے، جو پہلے سے موجود ہیں اور ان کتابوں کی نگہبان ہے۔ سو آپ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق لوگوں کے باہمی معاملات کے متعلق فیصلے کیا کریں اور جو سچائی آپ کے پاس آچکی ہے اسے چھوڑ کر لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں۔"

اس سے آگے فرمایا:

وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ○ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ○ (المائدہ : ۴۹، ۵۰)

"اور (اے پیغمبر!) ہم (مکرر) حکم دیتے ہیں کہ ان کے باہمی معاملات میں اسی کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ پر نازل کیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں۔ نیز ان کی طرف سے ہوشیار رہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ جو کچھ خدا نے نازل کیا ہے، اس کے حکم (کی تعمیل و تنفیذ) میں آپ کو ڈگمگا دیں۔ (یعنی ایسی صورت پیدا کر دیں کہ کسی حکم کا نفاذ عمل میں نہ آسکے) پھر اگر یہ لوگ روگردانی کریں۔

(اور حکم الٰہی نہ مانیں) تو جان لو خدا کو یہی منظور ہے کہ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان پہ مصیبت ڈالے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انسانوں میں سے بہت سے انسان (احکامِ حق سے) نافرمان ہیں۔ پھر (جو لوگ احکامِ الٰہی کا فیصلہ پسند نہیں کرتے، تو وہ کیا چاہتے ہیں؟) کیا عہدِ جاہلیت کا سا فیصلہ چاہتے ہیں؟ اور ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھنے والے ہیں، اللہ سے بہتر فیصلہ دینے والا کون ہو سکتا ہے؟"

دوسری جگہ فرمایا:

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ (الشوریٰ: ۱۵)

"(اے پیغمبر!) ان لوگوں کی خواہشوں پر نہ چلیے اور کہہ دیجیے، اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں، میں سب پر ایمان لاتا ہوں، اور مجھے یہ بھی حکم ہوا ہے کہ تمھارے درمیان عدل قائم کروں۔"

فصلِ خصومات اور قیامِ عدل و انصاف کے باب میں کسی کی خواہشوں کی عدمِ اتباع کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ کتنے ہی جھوٹے اور غلط رَو آدمی عدالت کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے مفاد کے لیے دوسرے کے خلاف اور اپنے حق میں فیصلہ کرانے کے لیے ساعی ہوتے ہیں، قرآن نے اس کو سخت ناپسند فرمایا ہے اور عدالت کو از خود بھی اپنے علم و مطالعہ کی روشنی میں کسی نتیجے تک پہنچے کی تلقین کی ہے۔ اس میں غلط انداز کی سفارشوں کی مخالفت کا مفہوم بھی نکلتا ہے۔ بہرحال عدالت کو کسی اسلوب سے بھی متاثر نہیں کرنا چاہیے اور اس کے کام کی رفتار میں کسی نوع کی رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہیے۔ عدالت کی آزادی کو سلب کرنے کی سعی کرنا اور اسے اپنی مرضی کے مطابق چلانے کے درپے ہونا، انتہائی مذموم حرکت ہے۔ عدالت کا بھی فرض ہے کہ کسی بڑی سے بڑی شخصیت کو بھی اپنے آپ پہ اثر انداز ہونے کا موقع نہ دے اور اپنے فرائض بغیر کسی بیرونی تاثر پذیری کے پوری ذمہ داری اور خوش اسلوبی سے انجام دے۔ اس ضمن میں "اتباعِ ہوا" ایک سنگین جرم ہے؟ جس سے بچنے کی قرآن بار بار تاکید کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ

الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝ (ص: ۲۶)

"اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے، سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلے کرو، نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرنا، یہ تمھیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہوگا، اس لیے کہ وہ روزِ حساب کو بھول بیٹھے۔"

قرآن مجید نے عدل و انصاف کی تاکید کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار حکم دیا ہے کہ انصاف کے تقاضوں کو ہر حال میں پورا کریں اور عدل کی ترازو کو ہر آن سیدھا رکھیں اور لوگوں میں اعلان کر دیں کہ اللہ عدل و انصاف کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ قف (الاعراف: ۲۹)

"کہہ دیجیے کہ میرے رب نے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔"

یعنی انصاف اور عدل و قسط، وہ انسانی اور اسلامی قدر ہے جس کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، اگر خدانخواستہ اس سے روگردانی ہوگئی تو دنیا کے نظام کی بنیادیں متزلزل ہو جائیں گی اور نظم و نسق کی پوری عمارت دھڑام سے زمین پر آگرے گی۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (النحل: ۹۰)

"(مسلمانو!) اللہ حکم دیتا ہے کہ (ہر معاملے میں) انصاف کرو (سب کے ساتھ) بھلائی کرو اور قرابتداروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ اور تمھیں روکتا ہے (کن باتوں سے؟) بے حیائی کی باتوں سے، ہر طرح کی برائیوں سے اور ظلم و زیادتی کے کاموں سے، وہ تمھیں اس لیے نصیحت کرتا ہے کہ تم نصیحت قبول کرو۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین باتوں کا حکم دیا ہے اور تین باتوں سے روکا ہے۔ (۱) انصاف (۲) بھلائی اور (۳) قرابتداروں سے حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔ اور (۱) بے حیائی، (۲) برائی اور (۳) ظلم و عدوان سے منع فرمایا ہے حکم کے سلسلے میں سب سے پہلے عدل کا ذکر کیا۔ کیونکہ عدل ہی تمام نیکیوں اور محاسنِ اعمال کی اساس ہے، جو شخص اس صفت سے متصف ہوگیا کہ جو بات کی جائے، انصاف سے کی جائے۔ اس نے سب کچھ پالیا۔ اس کے بعد وہ نیکی اور لوگوں کے

ساتھ حُسنِ سلوک کے جوہر سے بھی بہرہ ور ہو گا اور فحشاء و منکر، بغی و عُدوان اور ظلم و بدکرداری سے بھی کنارہ کش رہے گا۔ عدل کا جذبہ انسان کو ایسے سانچے میں ڈال دیتا ہے، جو اُس کو علی الاطلاق تمام بُرائیوں اور بے حیائیوں سے روک دیتا ہے۔

عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے قرآن نے یہاں تک وضاحت کی ہے کہ انبیا علیہم السلام کی بعثت اور ان پر نزولِ کتب کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ دنیا سے ناانصافی کو ختم کر دیا جائے اور اللہ کی زمین کو عدل و قسط سے بھر دیا جائے تاکہ بنی نوعِ انسان آرام اور سُکھ کی زندگی بسر کر سکیں اور ظلم و عدوان کا قطعی طور سے خاتمہ ہو جائے۔ فرمایا:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْکِتٰبَ وَ الْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ج (الحدید: ۲۵)

"ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اتاری۔ تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں"

یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد میں عدل کی راہیں استوار کرنا اور انصاف کی ترازو کو ہاتھ میں رکھنا تمام پیغمبروں کا اساسی مقصد تھا۔

قرآن مجید نے مخالفینِ اسلام اور منکرینِ دین سے بھی بہتر سلوک روا رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ مکّہ مکرّمہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے، جنھوں نے نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین سے لڑنے جھگڑنے کو مناسب سمجھا اور نہ آپ کو گھر بار چھوڑنے اور ترکِ وطن کرنے پر مجبور کیا۔ ان لوگوں نے آپ کے بارے میں خاموشی کو ترجیح دی اور کسی معاملے میں دخیل نہ ہوئے۔ قرآن کہتا ہے اللہ تمھیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی کا سلوک کرنے اور عدل و انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا:

لَا یَنْهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَ لَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَیْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۔ (الممتحنۃ: ۸)

"اللہ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے نہیں روکتا، جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمھارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں

سے محبت رکھتا ہے۔"

اس کا یہ مطلب نہیں کہ منکرینِ اسلام کے صرف اسی گروہ سے عدل و قسط کا برتاؤ کرنا چاہیے جو مسلمانوں کو کسی نوع کی تکلیف نہیں پہنچاتے اور ان سے قتال نہیں کرتے ۔ اس آیت کا نزولی تعلق بے شک ایک گروہ سے ہے، لیکن عدل و انصاف کے دروازے ہر گروہ کے لیے وا رہنے چاہییں اور کسی کو عدل کے تقاضوں سے محروم نہیں رکھنا چاہیے۔ کافر اور سخت سے سخت مخالف اسلام کے ساتھ بھی دنیوی معاملات میں اسی طرح انصاف کرنا چاہیے جس طرح کہ عام مسلمانوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید نے ان لوگوں کی شدید مذمت کی ہے، جو اپنے باہمی نزاع قرآن و سنت کی روشنی میں طے کرانے سے گریز کرتے ہیں۔ کیونکہ انھیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوے میں صادق نہیں ہیں، لہٰذا شرعی فیصلہ ان کے خلاف ہوگا اور اگر انھیں یقین ہو کہ فیصلہ ان کے حق میں جائے گا تو جھٹ سے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ہیں۔

وَإِذَا دُعُوْٓا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَإِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوْٓا إِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۝ أَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوْٓا أَمْ يَخَافُوْنَ أَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ۚ بَلْ أُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

(النور : ۴۸، ۴۹، ۵۰)

"اور یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف اس غرض سے بلائے جاتے ہیں کہ رسولؐ (ان کے نزاع سے متعلق) ان کے درمیان فیصلہ کر دیں تو ان میں کا ایک گروہ پہلو تہی کرتا ہے اور اگر (کسی کی طرف) ان کا حق بنتا ہو تو سرِ تسلیم خم کیے ہوئے آپؐ کی طرف چلے آتے ہیں (کیونکہ اطمینان ہوتا ہے کہ وہاں حق رسی ہوگی) کیا ان کے دلوں میں (کفرِ دائم کا) مرض ہے یا یہ شک (کی بیماری) میں مبتلا ہیں یا اس اندیشے کا شکار ہیں کہ اللہ اور رسولؐ ان پر ظلم کریں گے۔ بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) یہ لوگ خود ہی ظالم ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی اس باب میں اہلِ ایمان کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے فرمایا :

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذَا دُعُوْٓا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (النور : ۵۱)

"مسلمانوں کا قول تو جبکہ ان کو (کسی مقدمے میں) اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف بلایا جاتا ہے، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں، یہ ہے کہ وہ (خوشی خوشی) کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور اس کو مان لیا، اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح یاب ہیں۔"

یعنی فصلِ خصومات کے ضمن میں اللہ اور رسولؐ کی سمع و اطاعت کو ضروری سمجھتے ہیں۔

مقالاتِ حکیم

(مرتبہ: شاہد حسین رزاقی)

پاکستان کے نامور مفکر اور بلند پایہ مصنف ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نہایت دقیق مسائل اور مشکل موضوعات پر عام فہم انداز اور سادہ الفاظ میں اظہار خیال کرنے پر غیر معمولی قدرت رکھتے تھے۔ اسلامیات، فلسفہ اور اقبالیات پر ان کی نظر نہایت وسیع تھی۔ کئی کتابوں کے علاوہ خلیفہ صاحب نے متعدد موضوعات پر بڑی تعداد میں مضامین بھی لکھے جن کا مطالعہ ان کے افکار و نظریات سے پوری طرح باخبر ہونے کے لیے ضروری ہے۔ چنانچہ ادارۂ ثقافت اسلامیہ نے ان کے اردو اور انگریزی مضامین اور تقاریر شائع کرنے کا ایک جامع پروگرام بنایا ہے۔

خلیفہ صاحب کے اردو کے مضامین تین جلدوں میں مقالاتِ حکیم کے نام سے شائع کیے گئے ہیں۔ پہلی جلد میں اسلامیات اور دوسری جلد میں اقبالیات سے متعلق مضامین ہیں، اور تیسری جلد متفرق مضامین و تقاریر پر مشتمل ہے۔

جلد اول صفحات ۲۱۶ قیمت ۵/۵۰ روپے۔ جلد دوم صفحات ۲۸۴ قیمت ۶/۵۰ روپے

جلد سوم، صفحات: ۲۱۹، قیمت: ۵/۵۰ روپے۔

ملنے کا پتہ

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ لاہور